(قسط ۴۷) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

(۶۹ء کی ڈائری)

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ' اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

اس موضوع کے حوالہ سے حضرت شیخ الحدیث جدی المکرّم مولانا عبدالحقؒ کے تاثرات ورائے جو کہ ۴۵ برس قبل کے ہیں، یہی آج بھی اہل علم وفکر اور ارباب مدارس کی رائے ہے، کی دوسری قسط پیش خدمت ہے۔ (مرتب)

مجوزہ تعلیمی پالیسی اور مدارس عربیہ (اداریہ اگست ۱۹۶۹ء)

مدارس کا کنٹرول حکومت اور خارجی دباؤ سے ہمیشہ آزاد رہنا

اسکی وجہ بھی ہمارے خیال میں صرف ایک ہے کہ دینی مدارس ہمیشہ حکومت کے کنٹرول اور ہر خارجی دباؤ سے آزاد ہے، حالات کی ناسازی مشکلات اور مصائب کی پروا کئے بغیر یہ مدارس دین کی تحفظ اور

---

* مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صحیح خدمت میں مشغول رہے اور جدید نظام تعلیم حکومتوں کی نگرانی اور امداد سے پھلا پھولا اور بیرونی یا داخلی حکومتوں کی پالیسیاں اس پر اثر انداز ہوتی رہیں اگر یہ عربی مدارس بھی حکومتوں کی گرانٹ اور ان کے کنٹرول میں ہوتے تو آج یہ مدارس بھی شخصی اغراض اور حکومتوں کی پالیسیوں کی وجہ سے دین کو اس قدر بدل چکے ہوتے کہ اصلی دین کا نام ونشان بھی اس برصغیر میں باقی نہ رہتا اور ان مدارس میں دین کی تعبیر وتشریح کا کام حکومتوں کے جائز وناجائز مقاصد اور پالیسیوں کی روشنی میں کیا جاتا اور دین میں سراسر تحریف ہو جاتی جس کی کئی مثالیں اور افسوسناک نتائج عالم اسلام میں مل سکتے ہیں بحمد للہ ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوا اور ان دینی مدارس کو چلانے والوں اور پڑھنے پڑھانے والوں نے خالص خوشنودی خداوندی اور فریضہ مذہبی جان کر اب تک یہ خدمت انجام دی قوم نے خدمت کی تب بھی، نہ کی تو تب بھی ان مدارس عربیہ اور ان سے نکلنے والے علماء حق نے تحفظ دین میں کوتاہی نہیں کی یہ سلسلہ آج تک تو کلا علی اللہ جاری ہے اور مسلمان قوم کی رضا کارانہ تعاون اور امداد سے یہ عظیم کام چل رہا ہے بحمد للہ دین محفوظ ہے اور باوجود کوششوں کے دین میں تغیر وتحریف نہیں کیا جا سکا اب حکومت نے اصلاحی جذبہ کے تحت دونوں نظاموں میں دور رس تبدیلیوں کا ارادہ کیا ہے۔ عصری تعلیم گاہوں میں دنیوی قومی ضروریات کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات واقدار کیلئے اقدامات اٹھائے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ دنیوی ترقیات اور قومی ضروریات کیلئے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کافی کام ہو رہا ہے اور اہم ترین ضرورت ہے کہ ان اداروں میں اسلامی تعلیمات اور اسلام اقدار کی اشاعت کیلئے مؤثر قدم اٹھایا جائے اس نظام تعلیم کا مقصد صرف لارڈ میکالے کے نظریہ کی تکمیل نہ ہو بلکہ ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی مملکت کیلئے نہ صرف دنیا بلکہ دینی لحاظ سے بھی نہایت کامل اور صالح افراد مہیا ہو سکیں۔

رہا عربی مدارس کا نصاب اس میں اگر مروّجہ لازمی علوم وفنون جن کی ضرورت ہے اگر شامل کر دیئے جائیں تو اس سے کسی کو انکار نہ ہوگا اس لئے کہ دنیوی علوم وفنون سے کسی دور میں یہ مدارس عربیہ خالی نہیں رہے یہ فنون اب بھی مدارس عربیہ میں شامل ہیں مثلاً علم حساب میں خلاصۃ الحساب ریاضی میں تصریح و شرح چغمینی اقلیدس اور فلسفہ قدیم میں صدرا شمس بازغہ وغیرہ اور منطق میں کئی کتابیں زیر درس رہتی ہیں اب اگر حکومت بعض عصری ترقی یافتہ علوم اور اضافہ شدہ تحقیقات کو سائنس جغرافیہ وغیرہ کی شکل میں اضافہ کی خواہش رکھتی ہے جن کا خود مدارس عربیہ کو احساس ہے تو اسے نگاہ تحسین سے دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ چند باتوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

دینی مدارس میں اصلاحات کے سلسلہ میں تجاویز

الف: عربی مدارس کے نصاب میں اولیت اور اہمیت بہر حال علوم دینیہ قرآن و حدیث تفسیر و اصول تفسیر فقہ اصول فقہ اور علوم عربیہ ادب معانی نحو صرف وغیرہ کو رہے ان علوم میں حکومت کو دخل دینے یا ترمیم کرنے کا کوئی حق نہ ہو۔

ب: نئے علوم کے اضافہ اور نصاب میں کمی بیشی کی نگرانی کا کام مدارس عربیہ کی اپنی ایک با اختیار تنظیم اور کسی فعال بورڈ کے ہاتھ میں رہے جس میں شامل علماء مدارس عربیہ کے تمام مسائل کی اہمیت اور مسلک و مشرب سے آگاہ ہوں مستند ہوں اور حکومت کے اثر سے آزاد ہوں جن کے تقویٰ و دیانت اور علمی مہارت پر اعتماد ہو اور کم از کم دس سالہ تجربہ مدارس عربیہ میں پڑھنے پڑھانے کا انہیں حاصل ہو اس بورڈ میں ملک کے مستند اور ممتاز مدارس عربیہ کے مہتممین یا صدر مدرس کی کم از کم دو تہائی اکثریت ہونی چاہیے پھر اس بورڈ کے ارکان پر عامۃ المسلمین اور اہل علم کا اعتماد بھی ہو اگر اس بورڈ کا تقرر حکومت کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو خطرہ ہے کہ اس میں سابقہ ثقافتی یا سرکاری تحقیقاتی اداروں جیسے نام نہاد "علامہ اور محقق" قسم کے لوگ شامل کر دیئے جائیں جو اس نظام تعلیم کا سارا نقشہ ہی بدل دیں گے۔

ج: اس با اختیار تنظیم کی ایک مثال ہمارے سامنے مدارس عربیہ کی ایک تنظیم وفاق المدارس کی شکل میں موجود ہے جس کا مرکز ملتان میں ہے، دو ڈھائی سو مدارس اس سے منسلک ہیں اور اس نظامی کی انتہائی کلاس دورۂ حدیث شریف کے امتحانات دس سال سے اس تنظیم کی نگرانی میں یونیورسٹی کی طرز پر ہو رہے ہیں یہ تنظیم مدارس ملحقہ کی نگرانی بھی کرتی ہے اور نصاب میں کمی بیشی بھی عرصہ سے اس کے ہاں زیر غور ہے وفاق المدارس کو زیادہ فعال، منظم اور با اختیار بنا دینے کی صورت میں ملک کے بعض دیگر ممتاز مدارس بھی اس سے الحاق کر سکتے ہیں اور بلا کسی دخل اندازی کے حکومت کی نصاب کے سلسلہ میں ماہر اساتذہ اور کتابوں کی فراہمی اور سندات کی منظوری وغیرہ مراعات دینے سے اسکی افادیت اور بھی بڑھ سکتی ہے حکومت اگر وفاق المدارس یا اس کے متبادل دوسری کسی خود مختار تنظیم کے نامزد کردہ بورڈ ہی کو منظور کر لے اور اس میں غیر ملحقہ مدارس یا جدید علوم کے ماہرین کو بھی نمائندگی دیدی جائے اور اسے بااختیار اور آزاد چھوڑ دے تو حکومت ایک تو بھاری اخراجات سے بچ جائیگی دوسرے مدارس بھی نظام تعلیم کا معیار باقی رکھنے کے سلسلے میں کئی پریشانیوں اور بے اطمینانیوں سے محفوظ رہیں گے۔

د: مدارس عربیہ کے امتحانات اور تعلیمات کی نگرانی، نصاب میں مشورہ اور رہنمائی کا کام اس بورڈ کے

ہاتھ میں ہو اور دیگر تمام داخلی انتظامی امور اساتذہ کا نصب وعزل وغیرہ کا اختیار مقامی مجلس منتظمہ اور مہتمم کی مرضی پر رہے۔

ہ: مالیات کے سلسلہ میں بھی مدرسہ کُلاً (مکمل طور پر) خود مختار رہے اور اس کے آمد خرچ کا کام مجلس منتظمہ ہی پر چھوڑ دے بالفاظ دیگر حکومت مدارس عربیہ کے اخراجات کا بوجھ بیت المال پر نہ ڈالے۔ اگر یکمشت اور غیر مشروط کسی وقت بطور عطیہ کچھ دے تو حرج نہیں البتہ گرانٹ کے نام پر حکومت دینی عربی مدارس کی امداد نہ کرے تاکہ ان مدارس کے ساتھ قوم کا تعاون اور اعتماد برقرار رہے اور مالی طور پر حکومت کا دست نگر بننے کی وجہ سے ان علوم کی آزاد اسلامی روح بھی مجروح نہ ہونے پائے دوسو سال سے قوم جس خلوص سے ان مدارس کے خطیر اخراجات برداشت کرتی چلی آئی ہے یہ چیز صرف اس صورت میں آئندہ بھی قائم رہ سکتی ہے کہ حکومت کا مالی تعاون نہ ہو اگر قوم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دینی مدارس کو حکومت باقاعدہ مشروط امداد دے رہی ہے تو وہ کنارہ کش ہو جائے گی اور سارا بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑ جائے گا جو اس کے لئے ناقابل برداشت ہونے کی وجہ سے اس نظام کے لئے ناقابل تلافی نقصان کا موجب بنے گا، اور بنیادی بات وہی ہے کہ دین حکومت کی آئے دن کی پالیسیوں کے نیچے پس جائے گا، اور نادانستہ حکومت کا یہ اصلاحی قدم دین کے ختم کرنے اور اس ملک کی نظریاتی اساس کو برباد کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔

و: مدارس عربیہ کو مالیات کے لحاظ سے آزاد چھوڑ دینے کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دینی علوم اور مدارس عربیہ کے نام پر بددیانتی کرنے لگیں گے تو اس کے تدارک کیلئے حکومت یا منتخب بورڈ ہر مدرسہ کے مالیات آمد وخرچ اور حسابات کی جانچ پڑتال کر سکتی ہے کہ واقعی فلاں مدرسہ موجود ہے یا نہیں؟ اور تعلیمی سلسلہ اس میں باقاعدہ جاری ہے یا نہیں اور اس کا حساب کتاب درست ہے یا غلط؟

رہا یہ سوال کہ حکومت کی مالی سرپرستی نہ کرنے اور مالی امداد نہ دینے کی صورت میں علماء اور طلباء کا دنیوی معیار اونچا نہیں ہوسکتا اور معیار زندگی کمزور رہے گا، تو گزارش ہے کہ علماء حق اور دینی مدارس والے یہ خدمت دوسو سال سے فقر وفاقہ برداشت کر کے بقدر کفاف قوت لایموت کی زندگی گزار کر انجام دیتے آئے ہیں یہ جماعت علوم انبیاء کی وارث ہے جن کا اعلان تھا کہ لااسئلکم علیہ اجرا علماء کے سامنے اصل مسئلہ اپنے لئے معاشی خوشحالی اور پیٹ کا مسئلہ نہیں بلکہ دین کی بقاء اور تحفظ کا ہے اگر حکومت کی کسی نئی پالیسی سے یہ مقصد مجروح ہوتا ہے اور کسی اقدام سے علماء ربانی کا گروہ مطمئن نہیں ہوتا تو وہ ایسے مدارس کو چھوڑ کر اسلاف کی طرح جنگلوں اور درختوں کے سایہ میں بیٹھ کر وارث نبوت علوم نبویہ کی حفاظت کرتے رہیں گے انہوں

نے بوسیدہ چٹائیوں پر بیٹھ کر برطانیہ اور انگریز کے علی الرغم دین کی خدمت کی تو اب تو بحمد اللہ اپنی حکومت ہے اور علماء ملک کی بقاء کی خاطر اور بھی بڑھ چڑھ کر دین کی حفاظت کریں گے یہ ہمیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت دین کی بقاء چاہتی ہے نہ کہ اس کا ضعف اور اسمیں تحریف مگر سابقہ تجربات بتلاتے ہیں کہ جب بھی خود غرض اور مطلق العنان قسم کے لوگ اقتدار پر قابض ہوئے تو وہ دین میں دخل اندازی کرنے لگے اور اسے اپنی خواہشات کا خادم اور حاشیہ برادر بنانے لگے جس کا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ دین ایسے ملک سے کسی دوسری جگہ اپنا ڈیرہ ڈال دیتا ہے اور خود یہ قوم نہ دنیا کی رہتی ہے نہ دین کی بلکہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن جاتی ہے اس وقت علماء حق اسلام کی خاطر سوشلزم، اشتراکیت، مغربیت اور دیگر لادینی فتنوں کے مقابلہ میں بلا کسی خوف اور لالچ کے سینہ سپر ہیں۔

تو ہمیں یقین ہے کہ دین کی ترویج اور فروغ کی خاطر بغیر طمع ولالچ اور محض خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کرنے سے علماء حق قدیم دین نظام تعلیم کو محفوظ رکھیں گے اور بوسیدہ چٹائیوں اور باسی ٹکڑوں پر گزراوقات کر کے علوم دینیہ کی درس وتدریس کو جاری رکھیں گے اس وقت ممکن ہے کہ کچھ لالچی قسم کے لوگ مدارس عربیہ پر حکومت کے کنٹرول اور تسلط کی تائید کریں مگر یہ لوگ نہ تو حکومت کی خیر خواہ ہوں گے نہ دین کے اور نہ اس ملک کے بلکہ انہیں محض اپنے وقتی مفادات عزیز ہوں گے اہل حق کا گروہ ہر حال میں بلا کسی لومۃ لائم کے فریضۂ مذہبی ادا کرنے میں سعی بلیغ کرتا رہے گا اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہٗ لحافظون کے وعدہ کے مطابق خداوند کریم کی نصرت غیبی ان کے شامل حال رہے گی۔

دو ایک مزید گزارشات پیش ہیں:

الف: اسلامی مدارس کو جدید نظام تعلیم میں مدغم کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ جدید نظام تعلیم کو درست کیا جائے جس پر حکومت کا کروڑوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے اس تبدیلی کے نتائج اگر پاکستان اور دین کے حق میں ظاہر ہوئے تو اسکی افادیت کے بعد مذہبی مدارس خود بخود اپنے نظام میں تبدیلی کا تقاضا کرنے لگیں گے مگر اب تک جدید نظام تعلیم جو نہ دین کیلئے فٹ ہے اور نہ دنیا کے لئے اسمیں اہم انقلاب لائے بغیر دینی مدارس کو اس سے منسلک کرنے کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ دین کے تحفظ کا جو کام ہو رہا ہے وہ بھی درہم برہم ہو جائے گا۔

ب: مشنری اداروں کو بند کر دینے کی تجویز بھی نہایت قابل تحسین ہے اس سے لادینی اور مغربی فتنوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، البتہ پاکستان اقلیتوں اور عیسائیوں کے سکولوں کے آزاد چھوڑ دینے میں یہ خطرہ ہے کہ جو خطرات غیر ملکی مشنری اداروں سے بلاواسطہ درپیش تھے اب وہ ان ملکی اداروں کے ذریعہ

بالواسطہ اپنے مقاصد کی تکمیل کراتے رہیں گے لہذا ایک تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان بچے کو داخلہ کی اجازت نہ ہو دوسرے ملک کی سلامتی کی خاطر اور ان کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ رہنے کے لئے ان اداروں کی کڑی نگرانی رکھی جائے۔

ج: رپورٹ میں اسلامیات کو میٹرک تک لازمی اور پوسٹ گریجویٹ کے درجہ کے لئے اختیاری قرار دیا گیا ہے مگر اسلامیات کو آخری درجوں تک لازمی قرار دینا چاہیے اور اس میں ناکام ہونے کی صورت میں آخری ڈگری بھی روک دینی چاہیے اس کے بغیر محض ادھوری اور سرسری دینی معلومات کا نتیجہ خاطر خواہ نہ ہوگا بلکہ نیم عالم خطرہ ایمان کا منظر ہوگا اور آگے چل کر دین کے بارہ میں ایسے اذہان ارتیاب (شک) اور تذبذب کا شکار ہوں گے۔

د: ایک اہم بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ اسلامی علوم کے ماہر ہونے کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار کا عملی نمونہ ہوں، حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ پر گامزن ہوں اسطرح استاد کی زندگی اور تربیت کا اثر شاگردوں پر پڑے گا ورنہ نرے محقق قسم کے اساتذہ کا کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑ سکتا اسلامیات پڑھانے والے اساتذہ میں یہ چیز ضرور ملحوظ ہے کہ کم از کم ظاہری طور پر تو وہ متشرع اور احکام شریعت کی پابندی کرنے والے ہوں۔

آخر میں ہم تعلیمی پالیسی پیش کرنے والے محترم جناب ائر مارشل نور خان (جن کے اخلاص تدین اور عالی ہمتی کی بڑی شہرت ہے) سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ سو برس کے دور غلامی کی خرابی کی جڑیں بہت دور تک پہنچ چکی ہیں کسی بھی انقلابی قدم اٹھانے سے پہلے مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھ کر نہایت حکیمانہ و مدبرانہ اور غیر عاجلانہ قدم اٹھانا چاہیے جدید تعلیمی نظام میں تبدیلی کیساتھ ساتھ ان لاکھوں افراد کے دینی و اسلامی تربیت پر بھی توجہ دینی چاہیے جن کا ذہن و دماغ جدید تعلیم کے سانچہ میں ڈھلا ہوا ہے اس نظام کی افادیت ان کے دل میں راسخ ہو چکی ہے یہی لوگ اس نئے تعلیمی نظام کو چلانے والے ہوں گے تو جب تک اس محکمہ سے وابستہ لاکھوں افراد دل و جان سے اسلامیات کی فوقیت اور عظمت کے قائل نہ ہونگے وہ اسے نئی نسل کے قلوب میں پوری شرح صدر کے ساتھ کب اتار سکیں گے اسی طرح جب قدیم علوم پڑھانے والوں کو اس نظام کی افادیت کا علم ہوگا تو وہ جدید علوم وفنون کو بھی بخوشی قبول کر لیں گے ہم انقلابی حکومت کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ملک وملت کی اصلاح کی خاطر اصلاحی اقدامات کا بیڑا اٹھایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ دین و ملک اور مسلمانوں کی کامیابی و سرخروئی کیلئے کام کرنے کی انہیں صحیح توفیق عطا فرماوے۔ (مطبوعہ اداریہ الحق اگست ۱۹۶۹ء)

جمعیۃ کے اختلافات اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ پر اعتماد اور ان کا مؤثر کردار

اگست ۱۹۶۹ء: جمعیت علماء اسلام سے حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ اور حضرت مولانا ظفر احمدؒ کے اختلافات شدید شکل میں ظاہر ہونے لگے اگست کے آخری ہفتہ میں نئی متوازی جمعیت العلماء ان حضرات نے قائم کر لی دونوں طرف سے اخباری بیانات الزامات اور اتہامات نے خطرناک صورت حال اختیار کر لی حضرت شیخ الحدیث کو بھی اس سلسلہ میں سخت پریشانی تھی اور جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزاروی کے سوشلسٹ جماعتوں کی طرف اتحاد کار جحان سخت پریشان کن اور تشویش کا باعث تھا مجھے لاہور کے کسی سیمینار کے سلسلے میں جانا ہوا تو حضرت والد گرامی نے حضرت مولانا عبیداللہ انور اور دیگر زعماء جمعیت کو اس صورت حال کی اصلاح کی طرف توجہ دلانے کی تلقین کی ان دنوں نئی جمعیت کی تشکیل کے سلسلے میں بنگلہ دیش سابق مشرقی پاکستان کے علماء مولانا اطہر علی وغیرہ بھی تشریف لائے تھے انہیں بھی حالات نے پریشان کر رکھا تھا غور وحوض کے بعد اکثر حضرات کی نگاہ حضرت شیخ الحدیثؒ پر پڑی اور خطوط و تار اور ٹیلیفون کے ذریعے شدید اصرار ہوا کہ آپ خود ہی تشریف لا کر اتحاد کیلئے کوئی صورت نکال دیں ادھر حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث صاحبؒ کراچی پہنچے جبکہ حضرت شیخ الحدیث پنڈی سے بذریعہ طیارہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی معیت میں رات کے تین بجے کراچی پہنچے۔

احقر اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبیداللہ انور مرحوم کی معیت میں بذریعہ کار ملتان خانپور اور دین پور کے اکابر سے ملتے ہوئے کراچی پہنچا نیو ٹاؤن ، لانڈھی اور جیکب لائن میں اکابر علماء کے مذاکرات جاری رہے اصولی اختلاف تو ختم نہ ہوسکا البتہ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی نہ کرنے پر سب حضرات نے دستخط کر دیئے پھر ایک رابطہ کمیٹی بنائی گئی جو مفاہمت اور اتحاد کی راہ نکالنے پر غور کرنے لگی اس کمیٹی میں حضرت والد گرامی کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ ، حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور مولانا اطہر علی مشرقی پاکستان اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری بھی شامل تھے۔ یکم ستمبر کو مولانا احتشام الحق تھانوی کے مکان پر اکابر علماء کے بند کمرے میں مذاکرات ہوئے ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سمجھنے کی کوشش کی ان دنوں پوری علمی دنیا کی نظریں ان مذاکرات اور اس سلسلے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے مشن پر لگی ہوئی تھی روزنامہ جنگ کراچی نے حضرت مولانا عبدالحق کی آمد کی خبر دیتے ہوئے لکھا ” دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحق صاحب جو تمام دینی حلقوں میں احترام کی نگاہ سے دیکھتے جاتے ہیں ایک خاص مشن

پر کراچی پہنچ رہے ہیں اور امکان ہے کہ مولانا عبدالحق ایک ہی نام سے متوازی جمعیت علماء اسلام کے دھڑوں کے درمیان مصالحت کرانے کی کوشش کریں گے۔ اخبارات نے مختلف قسم کی خبریں نشر کیں بحرحال اس تمام صورتحال کے پس منظر میں حضرت شیخ الحدیث پر فریقین کے اعتماد اور ہمہ گیر محبت پر روشنی پڑتی ہے۔
(نوٹ) آگے ڈائری میں اس مفاہمت کے سلسلے میں تفصیلی احوال آ رہے ہیں۔

۲۱، ۲۲ راگست: لاہور محکمہ اوقاف کے سیمینار میں شرکت کیلئے روانگی رات قاری سعید کے ہاں قیام رہا، اگلے روز بذریعہ تیز گام پنڈی سے لاہور روانہ ہوا وہاں نعمت کدہ نامی ہوٹل میں مولانا محی الدین آف ڈھاکہ کی رفاقت میں قیام رہا شام کے بعد دفتر جمعیت میں زعماء جمعیت اور نماز سے قبل مولانا عبیداللہ انور سے ان کے مکان پر ملاقات ہوئی۔

سوشلزم کے مسئلہ پر مفاہمت کی کوشش (لاہور سے بائی روڈ ملتان خانپور کراچی کا سفر)

۲۳ راگست: زعماء جمعیت سے بسلسلہ مفاہمت گفتگو ہوئی۔ ۲۴ راگست: ۱۹۶۹ء سوشلزم کے مسئلہ پر علماء دو حصوں میں بٹ گئے تھے حضرت والد صاحب کی تحریک پر میں اور مولانا عبیداللہ انور، کچھ احباب نے ان اکابر کو ایک جگہ جمع کر کے کسی مفاہمت پر پہنچنے کی مہم شروع کی ابتداء لاہور سے ہوئی لاہور اوقاف سیمینار میں مولانا بنوری مولانا شمس الحق افغانی مولانا حامد میاں سے مشورے ہوئے مولانا مفتی محمود سے بھی رابطہ ہوا اور علماء بنگال میں مولانا اطہر علی سے بھی بات ہوئی کہ کراچی میں جمع ہوں۔

۲۵ راگست: اس سلسلے میں میں اور مولانا عبیداللہ انور مرحوم بذریعہ کار ملتان اور خانپور روانہ ہوئے رات اوکاڑہ میں صدیق صاحب کے ہاں قیام کیا راستے میں دارالعلوم کبیر والا دیکھا۔

۲۶ راگست: پھر ملتان پہنچے مولانا مفتی محمود سے طویل گفتگو ہوئی مفتی محمود صاحب سوشلزم کے بارے میں جمعیت کی پالیسی پر ڈٹے رہے کئی گھنٹے بحث کے بعد ہمیں مایوسی ہوئی مفتی صاحب کی کمر میں بہت بڑا پھوڑا تھا پھر بھی بکمال شفقت ہم دونوں کے بے حد اصرار پر کراچی روانگی پر پرآمادگی ظاہر کی۔ بعد از عصر میں مولانا عبیداللہ انور اور مولانا محی الدین خان صاحب ملتان سے خانپور روانہ ہوئے فون پر حضرت کو اطلاع دے دی گئی تھی مغرب کے بعد تھوڑی دیر کے لئے بہاولپور ٹھہرے اور پھر رات ۱ بجے خانپور پہنچے حضرت درخواستی صاحب نے بستر وغیرہ بچھا رکھے تھے۔

۲۷ راگست: نماز فجر سے قبل حضرت درخواستی سے ملاقات ہوئی اور اس موضوع پر گفتگو ہوئی ۸ ربجے صبح دین پور روانہ ہوئے حضرت مولانا عبدالہادی دین سے پہلی ملاقات ہوئی اثر انگیز گفتگو ہوئی سادہ اور پاکیزہ ماحول مولانا دین پوری اور مولانا سندھی کے مزارات پر مولانا کے اقارب کی معیت میں حاضری ہوئی عجیب

کیفیت تھی بالخصوص مولانا عبید اللہ انور پر عجیب جذب و مستی کی کیفیت طاری تھی ، مولانا عبید اللہ انور یہاں سے لاہور واپس ہوئے اور ہم نے کار ہی سے کراچی کا سفر شروع کیا۔

۲۸ اگست: اگلے دن صبح ۹ بجے کراچی پہنچے میریٹ روڈ پر قیام رہا ابتدائی طور پر بنگال وغیرہ کے علماء سے ملاقاتیں کیں بعد از ظہر مولانا تقی عثمانی سے ملاقات ہوئی جن کے ساتھ شام کو پہاڑی پر تفریح کے لئے بھی جانا ہوا بعد از مغرب مولانا عبداللہ کاکاخیل سے بھی ملاقات ہوئی۔

۲۹ اگست: نماز جمعہ دہلی مسلم سوسائٹی میں حاجی بشیر الدین صاحب کے ہمراہ مولانا احمد الرحمٰن کے اقتداء میں پڑھی۔

۳۰ اگست: والد صاحب مدظلہ رات ۱۰ بجے کے طیارے سے بغرض مذاکرات حضرت مولانا بنوری کی معیت میں کراچی پہنچے اور مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن میں قیام رہا۔

۳۱ اگست: بنگالی حضرات سے مذاکرات ہوئے وہاں سے مولانا احتشام الحق اور مولانا مفتی محمد شفیع کے ہاں جانا ہوا دونوں فریقین سے گفتگو جاری رہی شام کو نیوٹاؤن واپسی ہوئی۔

یکم ستمبر: کو مولانا احتشام الحق کے مکان پر بند کمرے میں اکابر کی گفتگو ہوئی کافی حد تک مفاہمت ہوئی اس بند کمرے کے اجلاس میں والد صاحب مرحوم مولانا احتشام الحق تھانوی مولانا مفتی محمد شفیع ، مفتی محمود، مولانا ہزاروی مولانا اطہر علی اور مولانا یوسف بنوری نے شرکت کی سب نے ایک مشترکہ بیان پر دستخط کئے، جو الحق ستمبر میں مطبوعہ ہے۔

اکابر علماء کا مشترکہ بیان

۱۹۶۹ء یکم ستمبر: کراچی میں باہمی مفاہمت کے سلسلہ میں حسب ذیل علماء کرام کے درمیان ایک بند کمرے میں مذاکرات ہوئے جو کئی گھنٹوں تک جاری رہے ان مذاکرات کے بعد حسب ذیل مشترکہ بیان جاری کیا گیا۔

کچھ روز سے بعض اخباری بیانات اور اسلام دشمن عناصر کی پیشہ روانیوں سے جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کے مابین جو اختلافات اور کشیدگی پیدا ہوگئی ہے اسکو دور کرنے اور باہم ایک دوسرے کے قریب کرنے کیلئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف بنوری صاحب، مولانا اطہر علی صاحب، مولانا عبدالحق حقانی صاحب اور مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی پر مشتمل ایک کمیٹی مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کے منظوری سے قائم کی گئی ہے یہ کمیٹی مفاہمت اور مصالحت کے مذاکرات جاری رکھے گی سروے اس کمیٹی کے ارکان اور مفتی محمود صاحب و مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب بالاتفاق اعلان کیا ہے کہ مفاہمت کی گفتگو جاری

ہے فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام کو جاری رکھتے ہوئے کسی دوسرے کسی دوسرے پر تقریروں یا اخباری بیانات سے حملے نہ کریں اور ہر فریق دوسرے کا احترام باقی رکھے۔

ا: مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ۲: مولانا محمد یوسف بنوری صاحب ۳: مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی ۴: مفتی محمود صاحب ۵: مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب ۶: مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک ۷: مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج مشرقی پاکستان۔

احترام اساتذہ

علماء کے اتحاد اور مفاہمت کے سلسلے میں کراچی میں ایک دفعہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب علماء کی مجلس سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو ان کی آمد پر والد صاحب اپنی عادت کی مطابق ایستادہ (اٹھنے) ہونے لگے کہ حضرت مفتی صاحب نے نہایت تاکید کے ساتھ اٹھنے سے روک دیا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ الہند کا ایک جملہ یاد ہے کہ اولاً تو علماء اساتذہ و اکابر کا احترام جاتا رہا جو کچھ باقی تھا وہ اب کی اٹھک بیٹھک میں جاتا رہا۔

والد صاحب کی کراچی سے واپسی

۲ر ستمبر: دارالتصنیف لمٹیڈ مجاہد آباد کراچی مولانا طفیل خواجہ سلیم احمد کی دعوت پر والد صاحب گئے۔

۳ر ستمبر: رات کو ایک بجے بذریعہ طیارہ والد صاحب کی معیت میں واپسی ہوئی صبح ساڑھے چار بجے پنڈی اور بارہ بجے اکوڑہ خٹک واپسی ہوئی۔

۷ر اکتوبر: پشاور بلدیہ میں مولانا احتشام الحق تھانوی کے استقبالیہ بعد از شام یونیورسٹی میں تقریر ہوئی اور تاج میر شاہ کے عشائیہ میں شرکت کی بعد از عشاء مسجد مہابت خان میں انکی تقریر میں شرکت کی۔

مولانا احتشام الحق تھانوی کی دارالعلوم آمد

۸ر اکتوبر: دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا ☆ مولانا احتشام الحق تھانوی کی دارالعلوم میں آمد دفتر میں حضرت کے ساتھ گفتگو اور پر لطف مجلس رہی۔ (جاری ہے)

زیر تعمیر جامع مسجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا فیس بک اکاؤنٹ

https://www.facebook.com/jamiamasjidmolanaabdulhaq